ادبیات

غزل

(نذرِ غالب)

جناب فضا ابن فیضی

کون کس کا ہمنوا ہے کون کس کا آشنا
اس بھری محفل میں اک میں ہوں بس اپنا آشنا

عقل کے پندار نے یہ روشنی بھی چھین لی
میں فریبِ آگہی سے ہو چلا تھا آشنا

دیکھیے کیا ہم پہ گزرے کاروبارِ شوق میں
وہ تمنا سے خفا اور دل تمنا آشنا

تیری صحبت نے بنا ڈالا اُسے صاحب نظر
اب مجھے پہچان تو لیتا ہے تیرا آشنا

کھول دیں آنکھیں تری وضعِ زمانہ ساز نے
ورنہ میں حالات کی لہروں سے کب تھا آشنا

سب کہاں اتنے دروں بیں اور ایسے خوش نظر
نکتۂ بندِ قبا سے میں ہوں تنہا آشنا

زندگی کی دھوپ سے کچھ تو ملی آخر نجات
ہے تمہارا غم بھی اک دیوار سایہ آشنا

شہر میں ڈھونڈیں "طرفدارانِ غالب" کو کہاں
ذوقِ معنی ناچشیدہ ہم غزل نا آشنا

کیا کہوں میں کھو گئے کس بھیڑ میں اہلِ نظر
آگہی اپنے تقاضوں سے ہے خود نا آشنا

یہ بہارِ سبزۂ دیوار و در اور اہلِ شہر
ایسی ویرانی سے صحرا بھی نہ ہوگا آشنا

کیا قیامت ہے کہ غالب میرا عہدِ فکر و فن
تیری اردو کا ہے دشمن اور تیرا آشنا

چاشنی میں ہر غزل اک بوسۂ لب ہے فضا
جب سے ہوں ہم پہلوئے یارانِ شیوہ آشنا

جس کا ہر نقشِ قدم اک شمعِ بینش تھا فضا
راستے میں کھو گیا وہ منزلوں کا آشنا